آخر درست کیا ہے؟

معاشرتی تباہی

کے اسباب اور ان کا حل

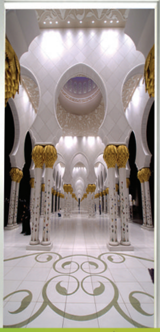

آخر درست کیا ہے؟

معاشرتی تباہی کے اسباب اور اُن کا حل

مفتی ابو صالح محمد قاسم عطاری*

بیماری کے وُجود کے لئے یہ ضَروری نہیں کہ ہمیں اس کے وجود کا علم بھی ہو۔ بیسیوں بیماریاں ایسی ہیں جن میں مبتلا شخص موت کے کَنارے پہنچا ہوتا ہے، لیکن اسے مرض کی خبر تک نہیں ہوتی، جیسے کینسر، ایڈز اور ہیپاٹائٹس کا شکار بہت سے لوگوں کو مرض کا علم اُس وقت ہوتا ہے جب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آپ کی زندگی تین یا چھ مہینے باقی رہ گئی ہے، یونہی اچھا بھلا آدمی اپنے کام کاج سے واپس آتا ہے، کھانا کھانے کے چند منٹ بعد باتیں کرتے کرتے اچانک سینے پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے: **"مجھے یہاں درد ہو رہا ہے"**، گھر والے بھاگ کر ہسپتال لیجانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مریض زندگی کی بازی ہار چکا ہوتا ہے اور گھر والوں کو تب عِلْم ہوتا ہے کہ مرحوم کے دل کی شِریانیں بند تھیں، لیکن ایسی اَموات میں افسوس اُس وقت بڑھ جاتا ہے جب مرض پیدا کرنے کے جُملہ اسباب پائے جارہے ہوں: گھی میں تلی چیزیں صبح و شام کھانے کا معمول ہو، وَزن بڑھتا جارہا ہو، چلنا پھرنا مشکل ہو، وزن اٹھانے کا کوئی کام نہ ہو سکتا ہو، لیکن اس کے باوجود وہ شخص اپنا طرزِ زندگی (Life Style) نہ بدلے اور صحّت پر توجہ نہ دے۔ ایسی صورت میں ہارٹ اٹیک سے کوئی مر جائے تو کہا جاتا ہے: اِس نے اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں ڈالا۔

مُعاشَروں کی صورتِ حال بھی ایسی ہی ہوتی ہے کہ اس کا وجود مُہلِک اَمراض کی وجہ سے تباہی کے کَنارے پہنچ چکا ہوتا ہے لیکن افراد کی اکثریت خوابِ خرگوش کے مزے لُوٹ رہی ہوتی ہے، پھر جب اچانک معاشرتی مرض کی کوئی خطرناک نشانی ظاہر ہوتی ہے تو ہر کوئی پکار اُٹھتا ہے کہ ہائے! یہ ہمارے معاشرے کو کیا ہوا؟ کیا ہم اتنے گر چکے ہیں؟ کیا ہمارے معاشرے میں ایسے درندے پائے جاتے ہیں؟ یہ انسان نہیں، شیطان ہیں، بھیڑیے ہیں، جانور ہیں، وغیرہا، لیکن یہ سب باتیں خود کو بیوقوف بنانے کے سِوا کچھ نہیں، کیونکہ افراد کے مرض میں تو لاعلمی مانی جاسکتی ہے لیکن لاکھوں افراد پر مشتمل معاشرے میں ایک مرض گلی گلی پایا جاتا ہو، اُس کے اسباب و علامات سب نمایاں ہوں اور پھر بھی لوگ بے خبری کا دعویٰ کریں، تو یہ سراسر جھوٹ ہے۔

یہی صورتِ حال ہمارے ہاں اِس وقت پائی جارہی ہے کہ برسوں سے جبری زیادتی، بچوں اور بچیوں کے ساتھ شیطانی حرکتوں کے واقعات رُونُما ہو رہے ہیں، لیکن اکثریت کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، بس چند دن احتجاج کیا، میڈیا نے ریٹنگ کی دوڑ لگائی، اور پھر "یا شیخ اپنی اپنی دیکھ" پر عمل پیرا ہوگئے۔ مسئلے کا حقیقی اور دیرپا حل تلاش کرنے میں دلچسپی ہے، نہ اس کی فرصت، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے واقعات بڑھتے جارہے ہیں۔

اب قصور شہر میں ایک نہایت بھیانک، وحشیانہ اور ظالمانہ واقعہ ہوا جس کے خلاف پوری قوم سراپا احتجاج بن گئی اور

* دار الافتاء اہلِ سنّت
عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، باب المدینہ کراچی

"پکڑو، مارو، لٹکاؤ، اُڑادو" کے نعرے مارنے لگی لیکن سُوال یہ ہے: کیا ایسا واقعہ پہلی مرتبہ ہوا ہے؟ کیا یہ کسی دوسرے ملک سے آئے شخص نے کیا ہے؟ کیا ہمارے ہاں مخصوص واقعہ کا مُرتکِب شخص ہی ایسی ذِہنیّت رکھتا ہے اور بقیہ تمام لوگوں کے ذِہن تقویٰ و طہارت سے لبریز اور شرم و حیا سے مَعمُور ہیں؟ کیا ایسی بے حیائی اور سنگدلی کے حقیقی اسباب کا ہمیں علم نہیں؟ کیا اس کے اسباب کسی دوسری دنیا سے اُتر کر آتے ہیں؟ افسوس کہ سب سُوالوں کا جواب ہمارے خلاف جاتا ہے۔ یہ پہلا واقعہ نہیں، یہ بیرونِ ملک کے کسی شخص نے نہیں کیا، یہ صرف ایک ہی شخص ایسی گندی ذہنیت رکھنے والا نہیں ہے، اِس شیطانیت کے اسباب ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، ہماری اکثریت اُن اسباب کے خاتمے کی کوئی کوشش نہیں کر رہی۔

گندی ویب سائٹس دیکھنے میں پہلے پانچ نمبروں میں رہنے والے ہمارے ملک کے کثیر باشندوں میں شرم و حیا اور تقویٰ و طہارت کس قدر پایا جاسکتا ہے، اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ دوٹوک الفاظ میں یہ بات واضح ہے کہ بچّوں سے زیادتی اور قتل کے پیچھے سب سے بڑا سبب بے حیائی کی کثرت ہے جس کے یقینی طور پر حقیقی اسباب یہ ہیں کہ ٹی وی اور اخبارات میں کار، موٹر سائیکل، مکان کے اشتہارات سے لے کر ملبوسات، صابن، شیمپو، چائے، ٹافیوں تک کے اشتہارات بے پردہ عورتوں کی اُچھل کود یا شہوانی اداؤں سے مُزَیَّن ہیں، بلکہ ٹی وی چینلز کا کاروبارِ حیات اِسی بے حیائی سے بھرے اشتہارات پر چل رہا ہے۔ ملک میں روشن خیالی اور لِبرل اِزم کو پھیلانے کے لئے کنسرٹ (گانے بجانے کی محفل)، فلموں کے تشہیری پروگرام، فیشن شوز مُنعقد اور سینما کی رونقیں بحال کرنے کی پوری کوششیں کی جارہی ہیں۔ اخبارات کے ہفتہ واری میگزین کے سرِوَرَق جذبات بھڑکانے والی تصاویر کے بغیر چھپتے ہی نہیں۔ فلمیں اور ڈرامے، ناجائز محبتیں سکھانے اور شرم و حیا کو جِلاوطن کرنے کے مشن پر پوری تندہی کے ساتھ گامزن ہیں۔ خبریں سنانے کے لئے بھی نیوز کاسٹر کا سر دوپٹے سے خالی ہونا دِن بدِن ضروری ہوتا جارہا ہے۔ کھیلوں کا افتتاح و اِختتام، ناچنے اور نچانے والے پروگراموں کے بغیر شروع نہیں ہوسکتا۔ کھیل کے میدانوں کا مُوسیقی سے گونجنا ضَروری ہے۔ کرکٹ کے ہر اہم سین پر بے حیا عورتوں کا عُریاں رقص ضروری ہے۔ انٹرنیٹ کا گندے سے گندا استعمال پوری سہولت سے مُیَسَّر ہے۔ شَہوانی مناظر سے تسکین پانے کے لئے سوشل میڈیا کے اکاؤنٹس اور پیجز سے چِپکے رہنا عام ہے۔ اسکول اور کالج کی تعلیم، طلبہ و طالبات کے پارکوں میں اکٹھے گھومنے، درختوں کے نیچے بیٹھنے، کیفے ٹیریا میں مستی مذاق کئے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ دوسری طرف اسکول کالج میں شرم و حیا، دین و اخلاق کی تعلیم کا فُقدان اور لبرل اِزم کے چرچے ہیں، قرآن و سیرت کے مضامین برائے نام پڑھائے جاتے ہیں، اخلاقی تربیَت پر توجّہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اِس سارے منظر کو سامنے رکھ کر تَفَکُّر فرمالیں کہ قصور شہر جیسے واقعات ہوں گے یا نہیں؟ اور ایسے گھناؤنے واقعات کا حقیقی سبب بڑھتی ہوئی بے حیائی اور لبرل ازم کو پروان چڑھانے کی کوششیں ہیں یا نہیں؟ واقعات پر غم و غصّہ دِکھانے سے زیادہ اہم اُن کے اسباب کا تدارُک ہے، ورنہ یاد رکھیں کہ ایسے واقعات ہوتے رہیں گے اور بعید نہیں کہ یہ آگ دوسرے شہر سے آپ کے شہر اور وہاں سے آپ کے گھر تک پہنچ جائے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کے دین، ایمان اور عزّت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔ نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان ہے: "تم میں ہر کوئی نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلّق پوچھا جائے گا"۔ (بخاری، 2/112، حدیث: 2409)

اصحابِ اقتدار، ٹی وی چینلز کے مالکان اور گھروں کے سرپرست غور کرلیں کہ قیامت میں کیا جواب دینا ہے! **"اپنی نسلوں اور معاشرے کو بے حیائی سے بچانے کے لئے کچھ کیا تھا یا نہیں؟" "ہاں یا نہیں؟"**